میاں بیوی کے آپسی معاملے میں تحکیم کی شرعی حیثیت

از: مولانا محمد فیاض قاسمی
رہوا، رامپور، وارث نگر، سمستی پور

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اوراس میں جاری ہونے والے سارے اصول وضوابط اور احکام وفرمان سب کے سب انسانوں کے بنائے ہوئے یا اختیار کردہ نہیں ہیں؛ بلکہ احکم الحاکمین اور مالک الملک یعنی اللہ رب العزت کی طرف سے نافذ کردہ ہیں، جن کی پیروی کرنا اور بغیر قیل وقال انھیں قبول کرتے ہوئے ان کے مطابق اپنی زندگی گزارنا اللہ کے بندوں کا فرض بنتا ہے اور ان سے منہ موڑنا یا ان میں اپنے مفاداور سہولت پسندی کی بنا پر کسی بھی طرح کا کتر بیونت اور ایسا تغیر وتبدل کرنا جوروحِ شریعت اور اسلامی ڈھانچوں کے خلاف اور متضاد ہو، وہ گویا رب العالمین کی بندگی سے انکار اور انحراف کرنا ہے؛ جوکہ عین ہلاکت اور ضلالت وگمرہی ہے۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اسلام دشمن عناصر پوری دنیا میں مختلف صورتوں اور جداگانہ تدابیر اور پروپیگنڈوں سے ہمہ وقت اور ہرآن اسلام کی روشنی بجھانے کے درپے ہیں۔ خود حکومتی سطح کی تنظیمیں اور ذمہ دار قسم کے افراد بھی طرح طرح کا روپ دھار کر امتِ مسلمہ کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں اور ایسے قوانین اور فیصلوں کو صادر ونافذ کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے دینِ متین کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ پوری مسلم قوم کی دل آزاری کا سبب بنتے ہیں، جو اخلاقاً یا قانوناً کسی بھی طرح درست نہیں ہیں اور جس سے اس ملک کی سالمیت پر بھی ضرب آتی ہے۔

چنانچہ چند سال پہلے ممبئی ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ ”طلاق واقع ہونے کے لیے تحکیم کے مرحلے سے گزرنا ضروری ہے، جب تک شقاق کی نوبت نہ آجائے اوراس کے بعد تحکیم کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہ کی جائے اگر شوہر طلاق دے بھی دے تو یہ طلاق معتبر نہیں ہوگی

اور وہ عورت اس کی بیوی سمجھی جائے گی''۔

ظاہر ہے یہ فیصلہ واضح طور پر اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اَلطَّلاقُ لِمَن اَخذَ بِالسَّاق'' یعنی طلاق کا پورا اختیار شوہر کو ہے۔ اس میں وہ کسی ثالث کے تابع نہیں ہے اور نہ ہی وہ طلاق دینے میں کسی کا محتاج ہے۔ کسی ثالث کے فیصلہ اور اجازت پر شوہر کی طلاق معلق نہیں ہوا کرتی، یعنی شوہر نے طلاق دے دی تو بہر حال طلاق واقع ہو جائے گی، اس کے وقوع و عدمِ وقوع میں تحکیم یعنی ثالث کے فیصلے اور اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے۔

زیر نظر مقالہ اسی پس منظر میں ہے، جس سے کورٹ کے فیصلہ کی بالکلیہ تردید ہو جاتی ہے اور شرعی حکم مبرہن ہو کر سامنے آجاتا ہے جو ہمارے مسلم قوم کے لیے مشعل راہ ہے۔

قرآن کریم کے اندر تحکیم کا تذکرہ آیا ہے۔ تحکیم کے معنی ہیں: حَکَم اور فیصل ماننا یا بنانا۔ یعنی میاں بیوی کا اپنے معاملہ کے تصفیہ اور حل کے لیے اور اپنے آپسی تنازع کو سلجھانے کی خاطر کسی کو فیصل مان کر اس کے فیصلہ کے مطابق عمل کرنا۔

آیت کریمہ: ''فَابْعَثُوا حَکَماً مِنْ اَھْلِه وَحَکَماً مِن اَھْلِھَا'' (یعنی جب میاں بیوی میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہو جائے تو دونوں خاندان والوں کو چاہیے کہ ایک ایک حکم (فیصل) مقرر کرلیں جو ان دونوں کے معاملہ کو افہام و تفہیم کے ذریعہ حل کرے) میں تحکیم کی حیثیت جواز اور استحباب کی ہے، واجب اور لازم نہیں۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کو بھی حکم بنا کر بھیجنا جائز ہے؛ اس لیے کہ نبی ﷺ نے زانیہ عورت کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور فرمایا کہ اگر وہ اعتراف کرلیتی ہے تو اسے رجم کردو۔ ویُجزِیٔ اِرْسالُ الْوَاحِدِ لِاَنَّ اللّٰہَ سُبحانَہ حَکَمَ فِی الْزِنیٰ بِاَرْبَعَةِ شُھُوْدٍ، ثُم قَد اَرْسَلَ النبیُ علیه السلامُ اِلَی الْمَرْأةِ الزانِیَةِ اُنیساً وَحْدَہ وَقَالَ لَه ''اِن اِعْتَرَفَتْ فَارْجُمْھَا'' قُلتُ وَاِذَا جَازَ اِرْسَالُ الْوَاحِدِ فَلَوْ حَکَمَ الزَوْجَانِ وَاحِدًا لَأجْزَأ وَھُوَ بِالْجَوازِ اَولیٰ اِذَا رَضِیَا بِذٰلِکَ، اِنَّمَا خَاطَبَ اللّٰہُ بِاِرْسَالِ الحُکَّامِ دُونَ الزَوْجَینِ، فَاِنْ اَرسَلَ الزَوْجَانِ حَکَمَیْنِ وَحَکَماً نَفَذَ حُکْمُھُمَا لِاَنَّ التَّحْکِیمَ عِنْدَنَا جَائِزٌ. (الجامع لاحکام القرآن للشیخ القرطبی، مطبع: بیروت، لبنان، ج ۵/ ص ۱۷۶، ۱۷۷)

امام شافعیؒ نے بھی فرمایا ہے کہ حاکم کے لیے مستحب ہے کہ وہ دو عادل آدمی کو حکم بنا کر بھیجے

اور اگر حکمین زوجین کے خاندان سے ہوں تو زیادہ اولیٰ ہے، ورنہ اجنبی بھی بن سکتے ہیں۔

قَالَ الشافعیؒ اَلمُستحَبُ اَنْ یَبْعَثَ الْحاکِمُ عَدلَیْنِ وَیَجعلَهما حکمینِ، وَالاَولیٰ اَن یَکونَ وَاحدٌ مِنْ اَهلِه وَوَاحِدٌ مِن اَهلِها الخ فَاِنْ کانَا اَجْنَبِیَیْنِ جَازَ. (التفسیر الکبیر للرازی، ج۱۰/ ص۹۳)

نیز آیت ''**فابعثوا حکما**'' الخ اگر چہ امر کا صیغہ ہے؛ لیکن یہ وجوب کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ استحباب کے لیے، جس کی وضاحت حضور ﷺ اور صحابہؓ کے زمانہ میں واقع ہونے والی طلاق سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دیا، پھر آپؐ نے رجعت فرمالی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ وہ رجعت کرلے۔

عَن سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ عن ابنِ عباس عَنْ عُمَرَ اَنَّ النَبیَّ صلی اللّٰهُ علیه وسلم طَلَّقَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا. (ابوداؤد ج۱/ ص۳۱۱)

عن نَافِع عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قالَ طَلَّقْتُ اِمْرَأتِی علیٰ عَهْدِ رَسولِ اللّٰهِ صلی اللّٰه عَلَیهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حَائِضٌ فَذَکَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم فَقَالَ مُرْهُ فَلْیُرَاجِعْهَاالخ. (مسلم ج۱/ ص۴۷۶)

یہ احادیث اس بات کی شاہد ہیں کہ مذکورہ طلاقیں واقع ہوئیں اوران کے وقوع کے لیے کسی حکم کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ معلوم ہوا کہ تحکیم کا حکم استحبابی ہے، وجوبی اور لازمی نہیں۔

اسی طرح تحکیم سے متعلق آیت کا تعلق طلاق سے نہیں؛ بلکہ اس میں صرف زوجین کی اصلاح کے لیے حکمین متعین کیے جانے کی ترغیب ہے اوران کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ زوجین کے درمیان حتی الوسع اصلاح واتفاق کرنے کی کوشش کریں، اس کے علاوہ ان کا دوسرا کام نہیں ہے۔ اگر حکمین سے اصلاح حال نہ ہوسکے تو زوجین کو اپنی حالت پر چھوڑ دے، خود زوجین ہی اپنے حال کے مطابق مصالحت، صبر، طلاق یا خلع کے ذریعہ اپنا فیصلہ کرلیں گے۔ حکمین کو زوجین کے درمیان تفریق کرانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ ہاں اگر زوجین اپنی تفریق کو حکمین کے سپرد کردیں تو اس وقت یہ حکمین وکیل ہوجائیں گے اور پھران کے لیے زوجین کے درمیان بحثیت وکیل تفریق کرانا جائز ہوگا۔

ذَهَبَ الْحَنْفِيَةُ اِلٰی اَنَّ مُهِمَّةَ الْحَكَمَيْنِ اَلاِصْلَاحُ لَاغَيْرُ، فَإذَا نَجَحا به فَبِهَا وَاِلَّا تَرَكَا الزَّوْجَيْنِ عَلٰى حَالِهِمَا لِيَتَغَلَّبَا علٰی نِزَاعِهِمَا بِنَفْسِهِمَا، اَمَّا بِالْمُصَالَحَةِ اَوْبِالصَّبْرِ اَوْ بِالْطَّلَاقِ اَوْ بِالْمُخَالَعَةِ، وَلَيْس لِلْحَكَمَيْنِ اَلتَّفْرِيْقُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اِلَّا أن يُفَوِّضَ الزَّوْجَانِ اِلَيْهِمَا ذٰلِك، فَاِنْ فَوَّضَا هُمَا بِالْتَّفْرِيْقِ بَعْدَ الْعَجْزِ عَنِ الْتَوْفِيْقِ كَانَا وَكِيْلَيْنِ عَنْهُمَا فِي ذٰلِكَ وَجَازَ لَهُمَا التَفْرِيْقُ بَيْنَهُمَا بِهٰذِه الْوَكَالَةِ. (الموسوعۃ الفقہیۃ ج۲۹/ ص۵۴)

نیز اس آیت میں آگے چل کر ایک جملہ اللہ پاک نے فرمایا ”اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحاً يُوَفِقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا“ جو اس بات پر دال ہے کہ بعث حکمین کا جملہ طلاق سے متعلق نہیں ہے؛ اگر ایسا ہوتا تو پھر آخر والے اس ٹکرے سے حکمین کے مقصد اور کام کی وضاحت نہ کی جاتی؛ البتہ مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر حکمین جھگڑا سلجھانے سے عاجز آگئے تو انھیں زوجین کے درمیان تفریق کرانے کا پورا اختیار ہے وکیل بنے بغیر۔

ذَهَبَ الْمَالِكِيَةُ اِلَى اَنَّ وَاجِبَ الْحَكَمَيْنِ اَلاِصْلَاحُ اَوَّلاً فَاِنْ عَجِزَ عَنْهُ لِتَحَكُّمِ الْشِقَاقِ كَانَ لَهُمَا الْتَفْرِيقُ بَيْنَ الْزَّوْجَيْنِ دُوْنَ وَكِيْل. (الموسوعۃ ج۲۹/ ص۴۵)

شوافع اپنے ظاہر قول میں احناف کے ساتھ ہیں؛ البتہ قول ثانی میں ان کے یہاں بھی حکمین کو بلا اجازت اور رضا مندیِ زوجین کے تفریق کا اختیار ہے۔

وَعَلَى الْقَولِ الثَانِى لَا يُشْتَرَطُ رِضَا الْزَّوْجَيْنِ بِبَعْثِهِمَا وَيَحْكُمَان بِمَا يِرِيَانِه مَصْلِحَةً مِنَ الْجَمْعِ اَوِ الْتَّفْرِيْقِ. (الموسوعۃ ج۲۹/ ص۴۵)

حنابلہ بھی ایک قول میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے قول میں شوافع کے ساتھ ہیں۔

وَفِي قَوْلٍ آخَرَ لَهُمَا ذٰلِكَ. (الموسوعۃ ج۲۹/ ص۵۵)

لیکن قولِ راجح احناف کا ہے۔ جس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہ کی عدالت میں پیش ہونے والے واقعہ سے ہوتی ہے، جس میں حضرت علیؓ نے حکمین کو ان کی ذمہ داری بتائی اور پھر حکمین سے بھی آپ نے رائے معلوم کی۔

رَوَى الْدَّارَ قُطْنِى مِنْ حَدِيثِ مُحمدِ بْنِ سِيرِينَ عَن عُبَيدةَ فِي هٰذه الْاٰيَةِ ”وَاِن خِفْتُمْ شِقَاقَ بَينهما فَابْعثُوا حَكَمًا مِن اَهلِه وحَكَمًا من أهلها“ قَالَ جَاءَ

رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ اِلٰی عَلِيٍ ؓ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَاَمَرَهُمْ فَابعَثُوا حَکَمًا مِن اَهلِهِ وَحَکَمًا مِن اَهلِهَا، وَقَالَ لِلْحَکَمَینِ هَلْ تَدْرِیَان مَا عَلَیْکُمَا؟ عَلَیْکُمَا اِنْ رَأَیْتُمَا اَنْ تفرَّقَا فَرَّقْتُمَا، فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ رَضِیْتُ بِکِتَابِ اللّٰهِ بِمَا عَلَّی فِیهِ وَلِیَ، وَقَالَ الزَّوْجُ اَمَّا الْفُرْقَةُ فَلَا. فَقَالَ عَلِیٌ ؓ کَذَبْتَ، وَاللّٰهِ لَاتَبْرَحْ حَتّٰی تُقِرَّ بِمِثْلِ الَّذِیْ اَقَرَّتْ بِه. وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیحٌ ثَابتٌ عَنْ عَلِيٍ ؓ مِنْ وُجُوهٍ ثَابتَةٍ عَنْ اِبْنِ سِیرِینَ عَنْ عُبیدَةَ، قَالَه اَبُو عُمَرَ. اِحْتَجَّ اَبو حَنِیْفَةَ ؒ بِقَوْلِ عَلِيٍ ؓ عَنْهُ لِلزَّوْجِ 'لَاتَبْرَحْ حَتّٰی تَرْضٰی بِمَا رَضِیَتْ بِه'' فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ مَذْهَبَهٗ اَنهُمَا لَایُفرِّقَان اِلَّا بِرِضَا الزَّوْجِ، وَبِاَنَّ الْاَصْلَ الْمُجْتَمَعَ عَلَیْهِ اَنَّ الطَّلَاقَ بِیَدِ الزَوْجِ اَوْبِیَدِ مَنْ جُعِلَ ذٰلكَ اِلَیْهِ. (تفسیر قرطبی ج۵/ص۱۷۷)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ ''معارف القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے بعض ائمہ مجتہدین نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ ان حکمین کا بااختیار ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت علیؓ نے فریقین سے کہہ کر ان کو بااختیار بنوایا۔ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حسن بصریؒ نے یہ قرار دیا کہ اگر حکمین کا بااختیار ہونا امر شرعی اور ضروری ہوتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ارشاد اور فریقین سے رضامندی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ فریقین کو راضی کرنے کی کوشش خود اس بات کی دلیل ہے کہ اصل سے یہ حکمین بااختیار نہیں ہوتے، ہاں میاں بیوی ان کو مختار بنادیں تو بااختیار ہوجاتے ہیں۔ (معارف القرآن ج۲ص۴۰۴)

اسی طرح حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حکمین کا اصل کام اتنا ہی ہے: 'اصلاح حال'؛ البتہ اگر زوجین اپنے حکم کو طلاق یا خلع کا اختیار بھی دے دیں تو وکالۃً وہ اس کے مختار بھی ہوجائیں گے؛ مگر اس آیت میں اس سے تعرض نہیں۔ (بیان القرآن ج۲ص۱۱۵)

تحکیم طلاق کے لیے شرط کے درجہ میں نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک طلاق کی شرطیں تین طرح کی ہیں: بعض کا تعلق مطلِق (طلاق دینے والے) سے ہے، بعض کا تعلق مطلقہ سے ہے اور بعض کا تعلق صیغۂ طلاق سے ہے۔ مطلِق سے متعلق چار شرطیں ہیں: 1۔ شوہر ہونا، 2۔ بالغ ہونا، 3۔ عاقل ہونا، 4۔ قصد واختیار والا ہونا۔ مطلقہ سے متعلق دو شرطیں ہیں: 1۔ آپس میں زوجیت قائم ہو حقیقتاً ہو یا حکماً، 2۔ مطلقہ کو اشارہ، صفت یا نیت کے ذریعہ متعین کرنا۔ (موسوعہ ۲۹) طلاق

کی مذکورہ شرطوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تحکیم طلاق کے لیے شرط نہیں ہے۔ بغیر تحکیم کے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اگر تحکیم شرط ہوتی تو شرائط کے باب میں ضرور اسے بیان کیا جاتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ صرف لفظ کا تکلم کرلیا اور اس سے حقیقتاً یا مجازاً طلاق مراد نہیں لیا، یعنی مذاقاً بھی اگر تکلم کرلے تو بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃؓ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ جِدُھُنَّ جِدٌ وَھَزْلُھُنَّ جِدٌ: اَلْنِّکَاحُ وَالْطَّلَاقُ وَالْرَّجْعَۃُ (ابوداؤد ج۱/ ص۲۹۸)

طلاق کے معتبر ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ میاں بیوی میں نزاع اور شقاق پیدا ہو؛ بلکہ جھگڑا اور نزاع کے پیدا ہوئے بغیر بھی اگر شوہر نے طلاق دی تو واقع ہوجائے گی۔ حدیث ”ثَلَاثٌ جِدُ ھُنَّ جِدٌ وَھَزْلُھُنَّ جِدٌ“ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وقوعِ طلاق کے لیے نزاع ضروری نہیں؛ بلکہ مذاقاً بھی اگر طلاق دے دی تب بھی واقع ہوجائے گی۔

❁ ❁ ❁